© rasailojaraid.com

محمد الیاس خان

چرنومیردین - باسائیف مذاکرات: بوڈانوفسک سے گروزنی تک (۲)

گو کہ داخلی سیاسی بحران کے پیش نظر اور چیچن گوریلا کمانڈروں کی طرف سے جنگ کے دائرے کو روسی فیڈریشن کے دیگر علاقوں اور دارالحکومت ماسکو تک پھیلانے کی دھمکیوں کو حقیقت میں بدلتے دیکھ کر، روسیوں نے بامر مجبوری "چیچن باغیوں" سے بات چیت کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ تاہم چیچن مسلم عوام سے اُن کی شدید نفرت کے پسِ منظر میں اُن سے یہ توقع کسی بھی طور نہیں کی جا سکتی کہ وہ چیچن عوام کے ملّی جذبات اور اُن کے حق خود اختیاری کا احترام کریں گے۔ روسی ہمیشہ سے نہ صرف چیچن آبادی کو بلکہ حالیہ روسی فیڈریشن، سابقہ زار شاہی سلطنت اور سابق سوویت یونین میں شامل تمام مسلم اقوام کو "غیر" سمجھتے رہے ہیں۔ اور انہیں مقہور و مغلوب کرنے نیز اُن کے علاقوں کو "مسیحی روس" میں شامل کرنے کے لیے ہمیشہ سے طاقت کے استعمال کی پالیسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ ۱۸۳۹ء کی ایک روسی دستاویز میں اندرے فرانتسووچ ڈی سمن قفقاز کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں اور روسیوں کے درمیان تعلقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "A complete rapprochment betwwen them and us can be expected only when the cross is set up on the mountains and in the valleys and when temples for Christ the Savior replaced the mosques. Until then force of arms is the sole true bastion of our rule in the Caucasus."

> "ہمارے، [روسیوں] اور ان [قفقازی مسلمانوں] کے درمیان مکمل مفاہمت صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ پہاڑوں اور وادیوں میں صلیب کی تنصیب مکمل ہو اور مسیح کے نام کی عبادت گاہیں مسجدوں کی جگہ لے لیں۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا تب تک قفقاز میں ہماری حکمرانی کی واحد سچی بنیاد ہتھیاروں کی طاقت ہوگی۔"[۲۱]

چیچنیا میں ماسکو کے موجودہ حکمرانوں کی طرف سے طاقت کا ظالمانہ استعمال اس حقیقت کا واضح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثبوت فراہم کرتا ہے کہ ماسکو، روسی فیڈریشن کے دامن میں زبردستی پروئی گئی مسلم اقوام سے متعلق، زار شاہی عہد کی پالیسیوں کے تسلسل کو جاری رکھنے پر کمر بستہ ہے۔

دوسری طرف سابق سوویت یونین اور موجودہ رشین فیڈریشن میں شامل مسلم اقوام میں سے چیچن وہ واحد مسلم قومیت ہے "جس نے روسیوں کے ساتھ کبھی بھی کسی بھی قسم کے معاہدے یا سمجھوتے پر دستخط نہیں کیے ہیں"۔[۲۲] چنانچہ کسی بھی قسم کے ایسے تاریخی نقطۂ مراجعہ [point of reference] کا وجود نہیں ہے جس کی بنا پر چیچن مسلم عوام سے یہ مطالبہ کیا جائے [یا کم از کم ان سے یہ توقع رکھی جائے] کہ وہ اپنے آپ کو "روسی" کہلانے پر رضامند ہو جائیں۔ امریکہ کی قومی سلامتی کے سابق مشیر بریزنسکی نے چیچنیا میں روسی فوجی مداخلت کے بارے میں امریکی انتظامیہ کے شرمناک رویہ پر تنقید کرتے ہوئے واشنگٹن پوسٹ میں لکھا:

> "Both the administration and the Kremlin officials adressing Americans have drawn analogics to the American Civel War. Yet the ridiculous comparison overlooks a fundamental difference. Northern Americans fought Southern Americans in the civil war; but it is not northern Russians who are fighting soutnern Russians in Chechnya. Chechens are not Russian and do not wish to be Russian, to put it mildly. They are a conquered people ethnically and religiously different from the Russians."

> [امریکی] انتظامیہ اور کریملن کے حکام دونوں نے، امریکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے، چیچنیا کی صورت حال کو امریکی خانۂ جنگی سے مشابہت دی ہے۔ لیکن چیچنیا کی صورت حال کو امریکی خانۂ جنگی کے مماثل قرار دینے کے اس تمسخر انگیز عمل میں ایک بنیادی فرق کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ شمال کے امریکی خانۂ جنگی کے دوران جنوب کے امریکیوں کے خلاف لڑے۔ لیکن چیچنیا میں شمالی روس کے شہری جنوبی روس کے شہریوں کے خلاف نہیں لڑ رہے ہیں۔ چیچن لوگ نہ روسی ہیں اور نہ روسی کہلانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ ایک مفتوح قوم ہیں جو نسلی اور مذہبی دونوں حوالوں سے روسیوں سے مختلف ہیں"۔[۲۳]

امریکی قومی سلامتی کے سابق مشیر اپنے اس مضمون میں مزید لکھتے ہیں کہ "چیچنیا کی صورتحال کو امریکی حوالے سے سمجھنے کے لیے اسے پورٹوریکو [Puerto Rico] سے مشابہت دی جانی چاہیے۔ جو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی علاقائی پٹی پر واقع ہے۔ پورٹوریکو کو مکمل آزادی یا امریکہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ دولت مشترکہ کے قیام سے متعلق مکمل اختیار دیا گیا۔ اور اس اختیار کو پورٹوریکو نے آزادانہ انتخاب کے ذریعہ استعمال کیا"۔ بریزنسکی سوال کرتے ہیں: "کیا پورٹوریکو کی یہ مثال چیچنیا کے دارالحکومت پر زبردست بمباری اور وہاں کے باشندوں کے قتل عام کی بجائے ایک بہتر اور مہذب حل کی طرف رہنمائی نہیں کرتی؟"۔

یہ حقیقت مزید کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ چیچن ایک غیر روسی قوم ہیں جنہیں سلطنتِ روس اور سوویت یونین میں باہمی رضامندی کے کسی معاہدے کے ذریعے شامل نہیں کیا گیا تھا۔ چیچنیا کو زیادہ سے زیادہ روس کی ایک نوآبادی کہا جاسکتا ہے جسے سوویت سلطنت کے زوال کے بعد صرف اس صورت میں روس میں شامل رکھا جاسکتا تھا کہ سیاسی مذاکرات کے ذریعہ باہمی رضامندی سے ماسکو اور گروزنی کے درمیان اُس کے مستقبل سے متعلق کوئی سمجھوتہ طے پا جاتا۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر ۱۹۹۱ء میں اعلان آزادی کے بعد سے ہی چیچنیا کی منتخب قیادت ماسکو کے ساتھ مذاکرات پر زور دیتی رہی ہے۔ یلسن حکومت چیچن قیادت کی طرف سے مذاکرات کی اپیلیں مسلسل مسترد کرتی رہی۔ صدر دودائیف کی حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لیے ماسکو کے حکمران صرف اس شرط پر تیار تھے کہ وہ چیچنیا کا اعلان آزادی و استقلال واپس لے لے۔ اس بات کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ ماسکو کی یہ شرط غیر منطقی تھی۔ چیچنیا کا اعلانِ آزادی ہی ماسکو اور گروزنی کے درمیان اختلافات کا سبب تھا۔ اگر اسے چیچن حکومت واپس لے لیتی تو مذاکرات کی کیا ضرورت رہتی؟۔

روسی ریاست کے خلاف مسلّح دہشت گردی کی سرپرستی --- حقیقت یا افسانہ؟

یہاں اِس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ دسمبر ۱۹۹۴ء میں روسی افواج کے چیچنیا میں داخلہ سے قبل چیچن سرزمین پر روسیوں کے خلاف کسی بھی قسم کی پرتشدد مسلّح کارروائیوں کا وجود نہیں تھا۔ نہ ہی چیچن حکومت اور عوام روسی ریاست کے خلاف دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ چنانچہ یہ بات قطعی غیر منطقی ہے کہ "صدر دودائیف اور اُن کی حکومت کے ساتھ مذاکرات ماسکو کے لیے چیچن باغیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے مترادف ہوتے"۔

تمارا ڈراگادزے برطانوی پارلیمنٹ کے "ہیومن رائٹس گروپ" کے لیے تیار کی گئی چیچنیا کی صورت حال کے بارے میں اپنی رپورٹ میں لکھتی ہیں:

> "There was absolutely no armed struggle at the time, no terrorist acts against the Russian state. In other words, talks would have been no climb down, no capitulation at all..."

"اُس وقت [تک] کسی قسم کی مسلّح جدوجہد [روسیوں کے خلاف] نہیں تھی، روسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریاست کے خلاف دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں کا بھی وجود نہیں تھا۔ بالفاظ دیگر [چیچن حکومت کے ساتھ] مذاکرات [ماسکو کے لیے چیچن حکومت کے سامنے] دب جانے یا جھک جانے کا باعث نہ ہوتے۔"[۲۴]

یہ وضاحت کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی ہے کہ چیچنیا کے خلاف براہ راست فوجی مداخلت کے بعد بین الاقوامی برادری کی طرف سے مذاکرات کے لیے پڑنے والے دباؤ کے جواب میں روسی حکومت نے یہ موقف اختیار کیا کہ دودائیف کی باغی اور دہشت گردی کی سرپرستی کرنے والی حکومت کے ساتھ مذاکرات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ روسیوں نے اپنا سارا زور بیان اس بات پر مرکوز رکھا کہ چیچنیا میں برسرِ اقتدار دودائیف حکومت دراصل "چیچن مافیا" ہے جو پورے روس میں منظم جرائم میں ملوّث ہے۔ اور جس کا مقصد روسی ریاستی مشینری کو دہشت گردی اور تخریب کاری کی منظم اور مربوط کارروائیوں کے ذریعے تہہ و بالا کرنا ہے۔ روسی حکمرانوں کے اس پروپیگنڈہ کو مغربی ایوانہائے حکومت اور ذرائع ابلاغ میں بھی خاصی پذیرائی ملی۔ یہاں تک کہ OSCE [آرگنائزیشن فار سیکورٹی اینڈ کوآپریشن اِن یورپ] جس کی نگرانی میں روسی فیڈریشن اور چیچن حریت پسندوں کے درمیان حالیہ مذاکرات ہو رہے ہیں، کے اہل کاروں نے روسی حملہ آوروں کو صرف اُن کی طرف سے "طاقت کے غیر متناسب استعمال" کی بناء پر ہدفِ تنقید بنایا۔ امریکی انتظامیہ اور دیگر مغربی دارالحکومتوں کی طرف سے بھی یہی لائن اختیار کی گئی۔ OSCE کے چیئرمین نے تو یہاں تک کہا کہ:

"[President] Dudayev's bandits are a threat to the whole of Europe."

"صدر دودائیف کے لٹیرے پورے یورپ کے لیے خطرہ ہیں"۔[۲۵]

چیچنیا میں صرف طاقت کے غیر متوازن استعمال کی بناء پر روسی حکمرانوں کو ہدفِ تنقید بنانے کا لازمی مطلب یہ ہے کہ مغرب اور، سیاسی استحکام اور بحالی امن کے لیے کام کرنے والے، اس کے اداروں [OSCE اور EU وغیرہ] نے ممبر ممالک میں نام نہاد اندرونی تنازعات کو حل کرنے کے لیے فوجی طاقت کے استعمال کو ایک باقاعدہ پریکٹس کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ ہاں البتّہ [بقول اُن کے] "طاقت کا یہ استعمال اندھا دھند نہیں ہونا چاہیے"۔

OSCE اور مغربی دارالحکومتوں کی طرف سے چیچنیا میں روسی افواج کی مداخلت سے صرف نظر کرنے کی اس روش کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے "روسی فیڈریشن کے ایک داخلی خطے میں مرکزی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت" سے متعلق روسی پراپیگنڈہ کو من و عن قبول کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گروزنی میں قائم OSCE کے مشن کی طرف سے صدر دودائیف اور اُن کی حکومت کے اہل کاروں کے ساتھ مذاکرات کے سلسلے میں بالکل وہی رویّہ سامنے آیا جو کریملن کے حکّام کا تھا۔ اُنھوں نے صدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دودائیف کے ساتھ ملاقات اور بات چیت کو عملاً خارج از امکان قرار دیا ہوا ہے۔ حالانکہ تنازعہ کے فریق کی حیثیت سے اُنہیں صدر دودائیف کو مذاکرات کے عمل میں شریک کرنے پر اصرار کرنا چاہیے تھا۔

دراصل بین الاقوامی سیاست میں قومی مفادات کو عملاً بین الاقوامی قانون پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح موہوم اور ممکنہ اقتصادی مفادات کے تحفظ کو انسانی حقوق کی نگہداشت پر ترجیح حاصل ہے۔ انسانی حقوق کو پامال کرنے والی ریاست جتنی طاقتور ہوگی اتنا ہی بین الاقوامی برادری کا ردِعمل کمزور ہو گا۔ جمہوریہ چیچن میں روسیوں کی طرف سے انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزیوں کے سلسلے میں بین الاقوامی برادری اور خاص کر امریکہ اور مغرب کی طرف سے جس لاتعلقی کا مظاہرہ ہوا ہے اُس کی سابقہ مثالیں بوسنیا ہرزیگوینا، فلسطین اور کشمیر ہیں۔ جہاں بین الاقوامی قانون کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ بین الاقوامی برادری اور بڑی طاقتوں کی اِس منافقانہ روش کے انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ تیسری دنیا، عالمِ اسلام اور سوویت یونین سے آزاد ہونے والی نام نہاد "دوسری دنیا" کی ریاستوں میں طاقتور اور مالدار مغربی طاقتوں کے خلاف نفرت کے جذبات مزید گہرے ہو رہے ہیں۔

"روس کی علاقائی سلامتی" بمقابلہ "محکوم عوام کا حق خود اختیاری"

جمہوریہ چیچن میں روسی مظالم کی داستان بڑی طویل ہے۔ ۱۸۵۹ء میں کئی دہائیوں پر محیط زبردست مظالم کے بعد "یلسن سٹائل جارحیت" کے نتیجے میں سرزمین چیچن کو فتح کیا گیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، چیچنیا اِس سے قبل ایک آزاد اور خود مختار ریاست تھی۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۰ء تک چیچنیا دوبارہ ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ لیکن اِس مرتبہ بھی اُس کی یہ آزادی کمیونسٹ روسیوں کی طرف سے بزور شمشیر چھین لی گئی۔ ۱۹۴۴ء میں سرزمینِ چیچن کی مسلم شناخت کو یکسر تباہ و برباد کرنے کی غرض سے چیچن مسلمانوں کو اجتماعی طور پر بڑے ظالمانہ انداز میں وسطی ایشیا اور سابق سوویت یونین کے دیگر علاقوں کی طرف وطن بدر کیا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں جب چیچن مسلمانوں کو دوبارہ اپنے وطن میں آباد ہونے کی اجازت ملی اور وہ اپنے وطن میں آباد ہونے کے لیے پہنچے، تو اُن پر یہ اندوہناک انکشاف ہوا کہ وسیع پیمانے پر روسیوں کی آبادکاری کے ذریعہ اُن کے وطن کی شناخت کو بدل ڈالا گیا ہے۔ اُن کی زمینیں اور جائیدادیں نئے آبادکاروں میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ مسجدوں اور اسلامی شناخت کے دیگر اداروں کو شہید اور مسمار کر دیا گیا ہے۔ بعد کے سالوں میں چیچن مسلمانوں کو نئے روسی آبادکاروں کے ہاتھوں منظم قتلِ عام کا نشانہ بننا پڑا۔ روس میں شامل دیگر مسلم قومیتوں کو بھی اِسی قسم کی کارروائیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ چیچنیا اور روس کی دیگر مسلم قومیتوں کی اِس اندوہناک تاریخ کی یہ چند جھلکیاں اِس بات کی واضح شہادت پیش کرتی ہیں کہ نہ صرف جمہوریہ چیچنیا بلکہ ظلم و بربریت، طاقت کے بے تحاشا استعمال اور مقامی آبادی کے منظم قتلِ عام کے ذریعے قفقاز، مشرقی یورپ، وادی والگا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائبیریا میں جتنے بھی مسلم علاقوں کو زار شاہی روس نے روسی مملکت میں شامل کیا وہ روسی مملکت کی نو آبادیاں (colonies) تھیں۔ اُنہیں مملکت روس کے اصل علاقوں کی حیثیت ماضی میں حاصل تھی نہ اَب ہے۔ آخر زار شاہی روس اور سابق سوویت یونین کے معاملے میں مملکت کے اصل علاقوں اور نو آبادیوں میں فرق کے اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے؟۔

جمہوریہ چیچنیا اور روس میں زبردستی شامل کیے گئے دیگر مسلم علاقوں کے عوام کی طرف سے آزادی کی تحریکوں کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی طرف سے ۱۹۶۰ء میں اختیار کردہ نوآبادیات اور مستعمرات کو آزادی دینے کے اعلان [Declaration of De-colonialization] کو کیوں نہیں لاگو کیا جاتا؟

چیچنیا اور زار شاہی روس میں زبردستی شامل کیے گئے دیگر مسلم علاقوں کی نوآبادیاتی حیثیت سے متعلق تمام تاریخی حقائق کو پسِ پشت ڈال کر یہاں کے مسلمانوں کی تحریکات آزادی کو "روس کی علاقائی سلامتی کے مسئلہ بین الاقوامی حق" کے پس منظر میں مرکز سے بغاوت قرار دیا جا رہا ہے۔ جو بین الاقوامی قانون کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔ محکوم اقوام کا "حق خود اختیاری" کیا بین الاقوامی قانون کا حصہ نہیں ہے؟

فنانشل ٹائمز [Financial Times] کی ۶ جنوری کی اشاعت کے اداریے میں اِس مسئلہ کی طرف اِن الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

> "The Helsinki process, which gave birth to the CSCE — now OSCE — accepted the principle that respect for human rights was of international interest, not just a domestic concern in any country: It also recognised that respect for international boundries must be counter-balanced by recognition of the right to self-determination: neither principle could be regarded as paramount."

"ہیلسنکی اجتماعات کے دوران، جن کے نتیجے میں CSCE نے جنم لیا - جسے اب OSCE کہا جاتا ہے -، اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انسانی حقوق کا احترام بین الاقوامی ذمہ داری ہے۔ یہ کسی ملک کا محض داخلی مسئلہ نہیں ہے۔ ہیلسنکی اجتماعات نے اِس اصول کی بھی منظوری دی کہ بین الاقوامی سرحدات کے احترام کے اصول کی پاسداری [اقوام کے] حق خود اختیاری کی نگہداشت کے ساتھ توازن کی بنیاد پر کی جانی چاہیے۔ اِن دونوں اصولوں [بین الاقوامی سرحدات کا احترام اور محکوم اقوام کا حق خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیاری] میں سے کسی کو بھی دوسرے پر مقدّم نہیں سمجھا جا سکتا۔"[۲۶]

فنانشل ٹائمز کے اداریے سے ماخوذ اس اقتباس میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ دونوں ہی باتیں چیچنیا کی صورت حال پر منطبق ہوتی ہیں۔ اگرچہ اِس وقت سیاقِ عبارت کے حوالے سے خط کشیدہ حصّہ زیادہ متعلقہ [relevant] ہے۔

انسانی حقوق کے احترام کے حوالے سے بھی چیچنیا کی صورت حال کو روس کا داخلی معاملہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ اِس حوالے سے بھی بین الاقوامی برادری کا کردار اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی پر مبنی رہا ہے۔

روسی جرائم مافیا کن لوگوں پر مشتمل ہے؟

محکوم اقوام کے حقِ خود اختیاری سے متعلق اوپر جو سوال اٹھایا گیا ہے وہ، بوجوہ، ماسکو اور دیگر مغربی دارالحکومتوں کے لیے قابلِ توجہ نہیں ہے۔ اِس اصل اور بنیادی اہمیت کے سوال سے توجّہ ہٹانے کے لیے نیز چیچن حکومت اور عوام کو بین الاقوامی برادری اور یورپی رائے عامہ میں نفرت کا نشانہ بنانے کے لیے روسیوں نے ایک پرزور پروپیگنڈہ مہم شروع کی، جس کے ذریعے یہ تاثر دیا گیا کہ پوری چیچن قوم کا تعلق ایک ایسی بین الاقوامی جرائم مافیا سے ہے جو تخریب کاری، مسلح دہشت گردی اور منظّم جرائم کے ذریعہ نہ صرف روس بلکہ پورے یورپ کی امن و سلامتی کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اور دارالحکومتوں نے بھی رشین فیڈریشن سے وابستہ مغرب کے اقتصادی اور سیاسی مفادات کی نگہداشت کے فریضہ سے مغلوب ہو کر اس روسی پروپیگنڈے کو رواج دینے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ روسی فیڈریشن اور خاص کر دارالحکومت ماسکو جس طرح سے "روسی جرائم مافیا" کی گرفت میں ہے، اِس پر ایک مفصّل رپورٹ نیوزویک ۱۲ اکتوبر کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق روسی جرائم مافیا کی کارروائیوں کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اس مافیا میں اکثر روس سے ہجرت کرنے والے یہودی تارکینِ وطن شامل ہیں۔ رپورٹ کی ذیلی سرخی ہی میں سوال کیا گیا ہے کہ "کیا روسی جرائم مافیا دنیا کا سب سے خطرناک جرائم سینڈیکیٹ ہے؟" روسی جرائم مافیا کن لوگوں پر مشتمل ہے اِس بارے میں رپورٹ سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ".....Members of a nefarious alliance of ex-KGB men, corrupt officials and freed thugs from the Soviet era."
>
> "....اس میں KGB سے وابستہ سابق اہل کاروں پر مشتمل بدمعاشوں کے ایک سمبندھ کے ممبران، بدعنوان افسران اور [جیلوں سے] رہا کیے گئے سابق سوویت عہد کے غنڈے شامل ہیں۔"[۲۷]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی قوم کا ایک مخصوص طبقہ جرائم سے وابستہ ہوسکتا ہے۔ چیچن قوم بھی اِس امکان سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتی۔ لیکن پوری چیچن قوم کو روسی اور مغربی ذرائع ابلاغ میں جس طریقے سے جرائم پیشہ، غنڈے، لٹیرے اور امن کے دشمن بنا کر پیش کیا گیا، اِس کی ایک خاص غرض و غایت تھی جس کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ مغربی دارالحکومتوں اور ذرائع ابلاغ کی اِس روش کو خود مغرب میں بھی زبردست تنقید کا ہدف بنایا گیا۔

Tamara Dragadze "رپورٹ آن چیچنیا" میں لکھتی ہیں:

"Secondly, the whole racist insinuation linking the Chechen nation to mafia bands is undignified and unworthy of being repeated by any civilized government in the way it has."

"دوسری بات یہ کہ نسلی [تعصب پر مبنی] یہ تمام طعن و تعریض، جس کے ذریعے چیچن قوم کا رشتہ مافیا گروہوں کے ساتھ جوڑا گیا، نہ صرف وقار اور شائستگی کے خلاف ہے بلکہ اِس قابل بھی نہیں ہے کہ کسی بھی مہذّب حکومت کی طرف سے اِس کا اِس طریقے سے اعادہ کیا جائے جیسا کہ کیا جاتا رہا ہے۔"[۲۸]

یونیورسٹی آف لیپلینڈ کے سولی نائستن ہرالا روسی مافیا کی ذمہ داری کریملن میں موجود سابق کمیونسٹ لیڈروں پر ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

"In reality the mafia in Russia is a huge problem with a strong footing in the structure of society. Those responsible for that problem are most certainly the former communist leeders in the Kremlin."

"درحقیقت روس میں [جرائم] مافیا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کی بنیادیں معاشرتی ڈھانچے میں مستحکم ہیں۔ اِس معاشرتی برائی کی یقینی ذمّہ داری کریملن کے سابق کمیونسٹ زعماء پر عائد ہوتی ہے۔"[۲۹]

اِس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ چیچن عوام اور منتخب حکومت کا رشتہ جرائم مافیا سے جوڑنے سے متعلق اِس روسی پروپیگنڈہ میں حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا۔ اور ایک خاص مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ چیچنیا میں اگر جرائم مافیا سے تعلق رکھنے والے افراد یا گروہ سرگرم عمل بھی تھے تو وہ صدر دودائیف کے مخالف کیمپ سے تعلق رکھتے تھے۔ بالفاظ دیگر اِن کا تعلق ماسکو کے اُن گماشتوں سے تھا جو صدر دودائیف کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔

بقول تمارا ڈراگادزے:

"The Chechen mafias supported the opposition to

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Dudayev. Today, those Chechen political representatives selected by the Russian government to support their intervention some of whom may also have mafia links, are Moscow based. Being targeted rather than supported by the powerful maias, President Dudayev can hardly be their representative and the whole Chechen nation even less so."

"چیچن مافیا گروہوں نے صدر دودائیف کے مخالفین کی امداد و تائید کی۔ آج روسی حکومت کی طرف سے جن سیاسی نمائندوں کو روسی مداخلت کی تائید کے لیے منتخب کیا گیا ہے، اور جن میں سے کچھ کے رشتے جرائم مافیا سے بھی استوار ہوسکتے ہیں، وہ ماسکو سے تعلق رکھتے ہیں۔ صدر دودائیف، جو مافیا گروہوں کی حمایت کی بجائے اُن کی مخالفت کا نشانہ تھے، کسی بھی صورت میں اُن کے نمائندے قرار نہیں دیے جاسکتے۔ اور پوری چیچن قوم کے جرائم مافیا سے تعلق کا امکان اس سے بھی کم ہے۔"[۳۰]

یونیورسٹی آف لوئنزوائل، کنٹاکی کے وزیٹنگ پروفیسر اور ممتاز روسی ماہر اقتصادیات الیکسی ازیوموف ماسکو کے حکمرانوں کی اس دلیل کو مسترد کرتے ہوئے کہ منظم جرائم پر کنٹرول کے لیے چیچنیا میں فوجی مداخلت ضروری تھی، لکھتے ہیں:

".....But can you eradicate crime with air raids or blast it with artillery fire? The Bitter irony of the situation is that while ordinary Chechens (and Russins) are dying in bombings of Grozny or are fighting in trenches around it Chechen mafia bosses are quietly sipping champagne in their Moscow apartments."

".....لیکن کیا آپ جرم کو ہوائی حملوں سے ختم کرسکتے ہیں؟ یا کیا آپ جرم کو توپخانے کی گولہ باری سے تباہ کرسکتے ہیں؟ صورت حال سے متعلق بدترین استہزاء یہ ہے کہ جہاں عام چیچن آبادی (اور روسی شہری) گروزنی پر ہونے والی بمباری کے نتیجے میں زندگی سے ہاتھ دھو رہے ہیں، اور یا پھر دارالحکومت کے قرب و جوار میں خندقوں میں مورچہ زن ہو کر لڑ رہے ہیں، وہاں چیچن مافیا کے سربراہان ماسکو میں اپنی رہائش گاہوں میں بڑے مزے سے شیمپین کی چسکیاں لگا رہے ہیں۔"[۳۱]

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قومی سلامتی کے سابق مشیر زبگنیو بریزنسکی نے امریکی حکومت کی طرف سے چیچنیا سے متعلق روسی حکومت کے سرکاری موقف کی تائید و حمایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"The line out of the State Department and the White House has basically corresponded to the official Russian version. According to it, at stake is law and order..... No reference to the failed Russian efforts to destabilise Chechnya through hired thugs and disguised Russian mercenaries; no mention of the tragic history of the Chechens, of their prolonged struggle for independence and of their Kremlin - mandated near-genoeide 50 years ago."

"امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور وائٹ ہاؤس کی طرف سے اختیار کردہ موقف بنیادی طور پر روس کے سرکاری موقف سے مطابقت پر مبنی ہے۔ اِس موقف کے مطابق [روسی معاشرے میں] امن و امان داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔ ..... چیچنیا میں عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے اجرتی بدمعاشوں اور کرائے کے سپاہیوں کے ذریعہ روس کی طرف سے کی جانے والی ناکام کوششوں کی طرف کوئی اشارہ نہیں، چیچن عوام کی اندوہناک تاریخ کا کوئی ذکر نہیں۔ آزادی کے لیے ان کی طویل جدوجہد اور پچاس سال قبل کریملن کی نگرانی میں ان کی نسل کشی [تقریباً قتلِ عام] کا بھی کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔"[۳۲]

ہمارا مقصد دراصل اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ چیچنیا میں روسی حملہ آور فوج کے داخلہ سے قبل اگر جرائم مافیا سرگرم تھی تو اس کی باگ ڈور کریملن کے حکمرانوں کے ہاتھ میں تھی۔ صدر دودائیف اور اُن کی حکومت تو جرائم مافیا کی دہشت گردی اور تخریب کاری پر مبنی کارروائیوں کا نشانہ تھے۔ چنانچہ اگر امن و سلامتی کا مسئلہ تھا بھی تو یہ کریملن کے گماشتوں، اجرتی غنڈوں اور کرائے کے سپاہیوں کی طرف سے پیدا کردہ تھا۔ لیکن صدر یلسن اور کریملن کے حکام نے بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے چیچنیا میں لاقانونیت اور بدامنی کے لیے چیچن منتخب حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے مملکت روس کی سلامتی کی خاطر مسلح فوجی مداخلت کے ذریعے اس کا تختہ الٹنے کے عمل کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کم از کم مغرب اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حد تک یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُنہیں کریملن کے حکام کی اِس سراسر جھوٹ پر مبنی منطق کے کھوکھلے پن کا بخوبی علم تھا۔ لیکن اُنہوں نے روس سے متعلق اپنے اقتصادی اور سیاسی مفادات سے مجبور ہو کر مسلم چیچنیا میں انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزیوں اور بین الاقوامی تعلقات سے متعلق خود اپنے وضع کردہ دیگر اصولوں کی پامالی سے چشم پوشی کی پالیسی اختیار کیے رکھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نئے عالمی نظام کے تناظر میں مغرب اور خاص کر امریکہ کے سیاسی مفادات کا تقاضہ ہے کہ سابق سوویت یونین سے نام نہاد آزادی حاصل کرنے والے مسلم ممالک اور روسی فیڈریشن میں زبردستی شامل کیے گئے مسلم علاقوں پر روسی گرفت مستحکم کرنے میں کریملن کو ہر قسم کی مدد فراہم کی جائے۔ تا کہ روس کے کردار کو ایک بالادست طاقت کی حیثیت سے مستحکم کیا جا سکے۔ مغرب اور امریکہ مشرقی یورپ کی عیسائی ریاستوں کو NATO کی سلامتی کی چھتری تلے لانے کے بدلے میں سابق سوویت یونین کے تمام علاقوں میں ماسکو کو ہر قسم کی امداد و اعانت کا مستحق سمجھتے ہیں۔ شاید مغرب اور امریکہ کے لیے یہی وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ مغربی تہذیب اور مغربی سیاسی، تمدنی اور اقتصادی نظاموں کے لیے "خطرہ بن کر ابھرنے والی اسلامی بیداری کی لہر" کو وسطی ایشیا، سابق سوویت یونین اور روسی فیڈریشن کے مسلم علاقوں کے راستے یورپ تک پہنچنے سے روکا جا سکتا ہے۔

"انسانیت کی فلاح و بقا کے لیے ضروری" اس اہم مقصد کے حصول کے لیے مسلم چیچنیا، مسلم بوسنیا، مسلم کشمیر اور مسلم فلسطین کی قربانی دینا ضروری ٹھہر چکا ہے۔ چیچنیا میں روسی افواج کے ہاتھوں نہتے شہریوں کے قتلِ عام پر امریکی حکومت کی خاموشی کا تجزیہ کرتے ہوئے انٹر نیشنل ہیرالڈ ٹرائبیون نے ۱۱ جنوری ۱۹۹۵ء کی اشاعت کے اداریے میں لکھا:

> "It results from the fact that the United States continues to support the purpose of Russia's intervention and has been unable to get from there to a publicly comfortable or coherent place in regard to the brutal tactics by which the Russians are trying to achieve it."

> "امریکی [بے عملی] کا سبب یہ حقیقت ہے کہ امریکہ روس کے حق مداخلت کی تائید و حمایت جاری رکھے ہوئے ہے۔ امریکہ اس بات میں ناکام رہا ہے کہ وہ روسیوں کی طرف سے اس [حقِ مداخلت] کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کردہ ظالمانہ چالبازیوں کے سلسلہ میں اپنی موجودہ پالیسی سے ہٹ کر عوامی طور پر زیادہ قابل اطمینان یا مربوط موقف اختیار کرے۔"۳۳

دوسری مغربی طاقتوں کا ردّ عمل بھی امریکہ سے مختلف نہیں رہا۔ دراصل خطّے میں مغرب اور امریکہ کے مفادات کی یکسانیت اس بات کی متقاضی ہے کہ دونوں کے مواقف میں یکسانیت رہے۔

بقول سولی ناکستین ہرالا:

> "Western countries seem to be reluctant to risk their

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

vast potential Russian market even when a whole nation is being destroyed. One may wonder if western leaders do consider former Soviet citizens to be human beings ... Millitary operations in former Soviet republics to help former communists to stay in power have all been accepted as 'peacekeeping operations'."

"یوں لگتا ہے کہ مغربی ممالک زبردست امکانات کی حامل روسی منڈی کو گنوانے کا خطرہ اِس صورت حال میں بھی لینے کے لیے تیار نہیں ہیں جب کہ ایک پوری قوم کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔ خدا خبر مغربی زعماء سابق سوویت شہریوں کو انسان بھی سمجھتے ہیں؟... سابق کمیونسٹوں کو اقتدار سے چمٹے رہنے کے عمل میں مدد دینے کی غرض سے سابق سوویت ریاستوں میں تمام روسی فوجی کارروائیوں کو "بحالی امن کی کارروائیوں" کے طور پر قبول کرلیا گیا ہے۔"[۳۴]

"چیچنیا کی آزادی = روسی فیڈریشن کا خاتمہ" -- ایک تجزیہ

چیچنیا کو بزورِ شمشیر از سرِ نو روسی فیڈریشن کی حدود میں شامل کرنے اور وہاں کی منتخب قیادت کے ساتھ مذاکرات سے انکار کے حق میں کریملن کے حکام نے ایک اور جواز یہ پیش کیا کہ اگر چیچنیا کی آزادی کی تحریک کو نہ کچلا گیا، تو روسی فیڈریشن میں شامل دیگر جمہوریاؤں اور خود مختار علاقوں میں مرکز گریز رجحانات کو تقویت ملے گی۔ جو بالآخر روسی فیڈریشن کا شیرازہ بکھرنے کا باعث بنیں گے۔ روسیوں کی اس منطق کا تجزیہ کیا جانا بھی ضروری ہے۔ بظاہر اس منطق میں وزن ہے۔ مغربی میڈیا کے علاوہ بعض مسلم اور حتیٰ کہ پاکستانی تجزیہ نگاروں نے بھی اِس منطق کو رواج دینے کی کوشش کی۔ لیکن سوویت یونین کے انہدام کے بعد روسی فیڈریشن میں مرکز اور نام نہاد خود مختار جمہوریاؤں کے مابین تعلقات کی تاریخِ اس منطق کو یکسر غلط ثابت کرتی ہے۔

علاقائی حدود کے تعین کے عمل کے لحاظ سے سابق سوویت یونین اور موجودہ رشین فیڈریشن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح سابق سوویت یونین میں شامل یونین جمہوریاؤں کے درمیان سرحدات کی تشکیل کے عمل میں قصداً یہ کوشش کی گئی تھی کہ مختلف نسلی گروہوں کو مختلف پڑوسی جمہوریاؤں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بعینہٖ اسی اصول کو روسی فیڈریشن کے اندر شامل کیے گئے نسلی گروہوں اور اُن کے لیے مختص علاقوں کے تعین کے وقت بھی پیشِ نظر رکھا گیا۔ اس عمل کے ذریعے مختلف نسلی گروہوں کو روسی فیڈریشن کی کئی علاقائی وحدتوں میں تقسیم کیا گیا۔ مثلاً سائبیریا میں بریات [Buryat] نسلی گروہ کو بریاتیا، چیتا کرائی اور ارکوتسک کرائی کے تین علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک ہی نسلی گروہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افراد کو مختلف علاقوں میں تقسیم کرنے کے اس عمل کا مقصد متعلقہ نسلی گروہ میں یگانگت اور اتحاد میں رخنہ ڈالنا تھا۔ یہی عمل دیگر علاقائی وحدتوں میں دیگر نسلی گروہوں کے ساتھ کیا گیا۔[۳۵] سوویت یونین کے انہدام کے بعد ان نسلی گروہوں میں اپنی محرومیاں اور شکایات کھل کر بیان کرنے اور سابق سوویت عہد میں اُن کے ساتھ کی گئی زیادتیوں پر احتجاج کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا، جس نے بتدریج قوم پرستی، خود مختاری اور بعض صورتوں میں مرکز سے مکمل آزادی کی تحریکوں کی شکل اختیار کرنا شروع کر دی۔

سابق سوویت عہد کی مرکزیت پسند اقتصادی پالیسیوں کا ورثہ بھی روسی فیڈریشن کی غیر روسی علاقائی وحدتوں میں مرکز سے نفرت کے جذبات کی تقویت کا باعث بننا شروع ہو گیا۔ سائبیریا، روس کے شرق اقصیٰ کے علاقوں، تاتارستان، بشکورتوستان اور کئی دیگر جمہوریاؤں اور علاقائی وحدتوں کی طرف سے یہ شکایات منظرِ عام پر آنے لگیں کہ اُن کے اقتصادی مفادات کی نگہداشت کے لیے مرکز نے کوئی کردار ادا نہیں کیا ہے۔ چنانچہ مرکز سے "حسب سابق وابستگی" کے خلاف عوامی جذبات کا اظہار ہونے لگا۔ اس تناظر میں، سوویت یونین کے انہدام کے بعد ایک سال [یعنی ۱۹۹۲ء] تک، یوں لگ رہا تھا کہ سابق سوویت یونین کی طرح روسی فیڈریشن بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گی۔ ۱۹۹۲ء میں صدر یلسن، ان خطرات کا ادراک کرتے ہوئے، معاہدۂ وفاق [Federation Treaty] پر چیچنیا اور تاتارستان کے علاوہ باقی تقریباً تمام علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں سے دستخط لینے میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری طرف ستمبر - اکتوبر ۱۹۹۳ء میں صدر یلسن اور روسی پارلیمنٹ کے درمیان اقتدار کی جنگ میں صدر یلسن کی کامیابی سے کسی حد تک یہ خدشات کم ہو گئے کہ روس ایک بار پھر استبداد اور ڈکٹیٹر شپ کے احیاء کی جانب گامزن ہے۔ چنانچہ علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کی طرف سے کسی نہ کسی درجے میں مرکز سے استقلال حاصل کرنے کی تحریکیں کچھ عرصہ کے لیے ماند پڑ گئیں۔ ۱۹۹۳ء کے موسم گرما میں جب نئے روسی دستور کا مسودّہ تیار کیا جا رہا تھا تو اس میں علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کے اقتدار اعلیٰ [sovereignty] کو تسلیم کیا گیا تھا۔ لیکن صدر یلسن نے پارلیمنٹ کے ساتھ اقتدار کی کشمکش میں کامیابی کے بعد دسمبر ۱۹۹۳ء میں نئے دستور کو سرکاری طور پر منظور کرنے سے قبل علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کے اقتدار اعلیٰ سے متعلق اس میں شامل شق کو خارج کر دیا۔ چنانچہ روس کے مختلف علاقوں میں مرکز گریز رجحانات ایک بار پھر منظرِ عام پر آنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ دستور کی منظوری کے لیے منعقد کرائے گئے استصواب میں اکثر جمہوریاؤں اور علاقائی وحدتوں میں رائے دہندگان نے اس کے حق میں ووٹ دیے، تاہم یہاں ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ نئے روسی دستور کے مطابق علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کو خود اپنے دساتیر اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس حق کا استعمال کرتے ہوئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"...دو تہائی علاقائی وحدتوں نے اپنے دساتیر تیار کر لیے ہیں۔ تقریباً تمام علاقائی دساتیر کسی نہ کسی شکل میں اقتدار اعلیٰ [sovereignty] سے متعلق اقرار و اعلان پر مشتمل ہیں۔"[٣٦]

کومی [Komi] اور کاریلیا [Karelia] جمہوریاؤں کو چھوڑ کر تمام دیگر جمہوریاؤں کے دساتیر براہ راست وفاقی دستور سے ٹکراؤ اور تضاد پر مبنی شقوں پر مشتمل ہیں۔ ان دساتیر میں زمین [land] اور وسائل [resourecs] کو متعلقہ جمہوریہ کے عوام کی ملکیت قرار دیا گیا ہے۔ جمہوریہ ٹائیوا [Tyva] اور یاقوتیا [Yakutia] کے دساتیر تو امن وامان کے قیام اور حتیٰ کہ دفاع سے متعلق وفاقی اختیارات کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔[٣٧]

اس تمام بحث سے ہمارا مقصد اس نتیجے پر پہنچنا ہے کہ روسی فیڈریشن کی جمہوریاؤں اور علاقائی وحدتوں میں مرکز سے استقلال کی تحریکیں داخلی [indigenous] ہیں اور یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ چیچنیا کی آزادی تسلیم کیے جانے کی صورت میں دیگر جمہوریائیں بھی استقلال کی راہ پر چل نکلتیں۔ اس حقیقت کا ادراک یلسن حکومت کو بھی ہے۔ چنانچہ یلسن حکومت ١٩٩٢ء کی فیڈریشن ٹریٹی اور دسمبر ١٩٩٣ء میں اختیار کیے گئے نئے روسی دستور کے باوجود نہ صرف علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کے وفاقی دستور سے متصادم دساتیر کو قبول کرنے پر مجبور ہے، بلکہ وہ مرکز اور علاقائی وحدتوں میں اقتدار و اختیارات کی تقسیم کے لیے متعدد جمہوریاؤں کے ساتھ دو طرفہ [bilateral] معاہدات کے لیے مذاکرات کے عمل میں بھی مصروف ہے۔ یلسن حکومت اب تک تاتارستان (فروری ١٩٩٤ء)، کبارد،نو بلکاریہ، بشکورتوستان (اگست ١٩٩٤ء) اور شمالی اوسیشیا کے ساتھ تقسیم اختیارات کے دو طرفہ معاہدات پر دستخط کر چکی ہے۔ جمہوریہ بریاتیا، جمہوریہ ادمورتیا، کراسنوڈار ریجن اور اورنبرگ اوبلاسٹ [oblast] اور کئی دیگر علاقائی وحدتوں کے ساتھ تقسیم اختیارات کے معاہدات پر دستخط کے لیے مذاکرات جاری ہیں۔

روسی فیڈریشن میں مرکز اور تقریباً تمام علاقائی وحدتوں کے مابین تقسیم اختیارات کے لیے جو جنگ ہو رہی ہے اس کی صحیح تصویر ریڈیو فری یورپ/ریڈیو لبرٹی کی ریسرچ رپورٹ میں یوں پیش کی گئی ہے:

> "At present every territorial unit is out for itself only, each competing with all the others in what is perecived as a zero - sum game."

"اس وقت ہر علاقائی وحدت اپنا راگ الاپ رہی ہے۔ ہر علاقائی وحدت دوسروں کے ساتھ ایک ایسی مسابقت [zero-sum game] میں مصروف ہے [جس میں حریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھلاڑی یکساں صلاحیت کے حامل ہیں اور] جو بے نتیجہ تصور کی جا رہی ہے۔"[۳۸]

مرکز اور علاقائی وحدتوں کے مابین اور خود علاقائی وحدتوں کے درمیان جاری اِس کش مکش کے اصل اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے درج بالا رپورٹ میں کہا گیا ہے:

"Tension between the republics and regions is fanned by the fact that the present Federal System is not perceived as equitable by the majority of Russia's regions - the Krais and oblasts."

"جمہوریاؤں اور علاقائی وحدتوں کے مابین کشیدگی کو اِس حقیقت کی بدولت تقویت مل رہی ہے کہ روس کی اکثر علاقائی وحدتوں کی طرف سے وفاقی نظام کو منصفانہ نہیں سمجھا جا رہا ہے۔"[۳۹]

معیشت اور اتصالات کے موجودہ ڈھانچے بھی، جو سوویت عہد سے ورثہ میں ملے ہوئے ہیں، علاقائی وحدتوں کے مابین اور مرکز - ریجن تعلقات کے حوالے سے منصفانہ بنیادوں پر باہمی اقتصادی مفادات کی پاسداری کے عمل میں عملاً مزاحم ہو رہے ہیں۔ اس ساری بحث کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ماسکو - چیچن تنازعہ سے قطع نظر روسی فیڈریشن میں مرکز - ریجن تعلقات میں ناستواری اور مرکز سے استقلال کے رجحانات ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کی متعدد وجوہات ہیں۔ اور جس کو حل کرنے میں نہ تو ۱۹۹۲ء کی "فیڈریشن ٹریٹی" کامیاب ہو سکی ہے اور نہ دسمبر ۱۹۹۳ء میں روسی فیڈریشن کے لیے اختیار کیا گیا نیا وفاقی دستور اِس سلسلے میں اطمینان بخش نتائج کا حامل ثابت ہو سکا ہے۔

روسی وفاق کو بچانے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ کریملن کے حکمران پھر سے سوویت اور زار شاہی عہد کے استبدادی ہتھکنڈوں کو استعمال کرتے ہوئے علاقائی وحدتوں میں مرکز سے استقلال کی تحریکوں کو کچل دیں۔ اور یا پھر تمام علاقائی وحدتوں کے ساتھ دو طرفہ معاہدات کے ذریعہ مرکز اور متعلقہ ریجن یا جمہوریہ کے درمیان اختیارات کی تقسیم کو متوازن بنایا جائے۔ سوزان کلارک اور ڈیوڈ گراہام اِن دونوں احتمالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The trend toward decentralization is evident: overall, despite occasional reassertion of power, Moscow's control and authority over the country's eighty-nine component parts is decreasing, while local demands for more control over their own resources and finances are rising. Also, while an authoritarian option is possible, such a regime might compound Russia's economic problems resulting in systemic economic failure. In the wake of such failure, the Russian

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Federation's disintegration would become problable."

"لامرکزیت [اختیارات کی تقسیم کے عمل] کا رجحان نمایاں ہے: کبھی کبھار ماسکو کی طرف سے اپنے آپ کو منوانے [کی کوشش] کے باوجود، ریاست کی تشکیل میں حصّہ دار ۸۹ علاقوں پر بحیثیت مجموعی اس کا کنٹرول اور اختیار کم ہو رہا ہے۔ جب کہ اپنے وسائل اور مالیات پر زیادہ کنٹرول کے لیے مقامی مطالبات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگرچہ استبدادی نظام کے احیاء کا انتخاب بھی وارد ہے، تاہم توقع یہی ہے کہ اس طرح کا نظام روس کی اقتصادی مشکلات میں اضافے کا سبب بنے گا۔ جو بطور نظام [روس کی] اقتصادیات کی ناکامی پر منتج ہوگا۔ اور اس طرح کی ناکامی کے نتیجے میں روسی فیڈریشن کی ٹوٹ پھوٹ کا امکان ابھر کر سامنے آئے گا۔"[۴۰]

حاصل بحث یہ ہے کہ روسی فیڈریشن کی علاقائی وحدتوں میں مرکز سے استقلال کے لیے جاری تحریکوں کا اصل سبب معاشی استحصال پر مبنی مرکز کی وہ پالیسیاں ہیں جو سوویت عہد کا ورثہ ہیں۔ اگر بامقصد مذاکرات کے عمل کے ذریعہ ان غلط اور منفی پالیسیوں اور ان کے نتائج کے ازالہ کی کوششیں جاری رہیں، اور ماسکو دو طرفہ معاہدات کی وساطت سے علاقائی وحدتوں اور جمہوریاؤں کے ساتھ تقسیم اختیارات کی پالیسی جاری رکھتا ہے، اور مرکز - ریجن تعلقات میں خرابی کی اصل وجوہات کے خاتمے پر توجہ مرکوز رکھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس مشکل پر قابو نہ پایا جائے۔ محض چیچنیا کے اعلانِ آزادی کو ان مرکز گریز رجحانات کے لیے ذمّہ دار ٹھہرانا حقائق سے روگردانی کے مترادف ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دسمبر ۱۹۹۴ء میں ماسکو کی طرف سے چیچنیا میں مسلح افواج داخل کرنے سے عرصہ قبل وفاقی حکومت اور اُن جمہوریاؤں کے درمیان مستقبل کے تعلقات کے حوالے سے سمجھوتے ہو چکے تھے جہاں آزادی اور استقلال کی تحریکیں چل رہی تھیں؟ ۱۹۹۴ء کے موسمِ گرما تک تاتارستان، بشکوروتوستان اور یاقوتیہ جمہوریاؤں نے مرکزی حکومت کے ساتھ علاقائی خود مختاری کے دوطرفہ معاہدات پر دستخط کر دیے تھے۔[۴۱] اور یوں اس بات کا کوئی امکان نہیں رہا تھا کہ یہ جمہوریائیں چیچنیا کی تقلید کرتے ہوئے وفاق سے مکمل علیحدگی کا راستہ اختیار کریں گی۔ اور روس کی علاقائی سلامتی کے لیے خطرہ بنیں گی۔

درحقیقت ہونا یہ چاہیے تھا کہ ان دوطرفہ معاہدات کی مثال کی تقلید کرتے ہوئے چیچنیا کی قیادت کے ساتھ بھی مذاکرات کا عمل شروع کر دیا جاتا۔ لیکن یہاں روسیوں نے چیچن قیادت کی طرف سے اعلانِ آزادی واپس لینے کے مطالبہ کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا۔ اور بالآخر یہ کہتے ہوئے چیچنیا پر دھاوا بول دیا کہ چیچن علیحدگی پسندوں کو مزید ڈھیل دینے کے نتیجے میں روس کی علاقائی سلامتی کو زبردست خطرات درپیش ہو سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا چیچنیا کی آزادی روس کی فوجی سلامتی اور اقتصادی استحکام کے لیے خطرہ ہے؟

روسیوں نے چیچن مسلم عوام کی نسل کشی کے جواز کے لیے ایک اور دلیل یہ پیش کی کہ چونکہ چیچنیا روسی فیڈریشن کی فوجی سلامتی [military security] کے لیے انتہائی اہم علاقہ ہے اس لیے اسے آزادی کی راہ پر مزید پیش قدمی سے روکنا بہت ضروری ہے۔ چیچنیا رقبے کے لحاظ سے ایک چھوٹا علاقہ ہے جس کی کوئی فوجی اہمیت نہیں ہے۔ ماسوائے جارجیا کے ساتھ سرحد کے، یہ ایک محصور خطّہ ہے جس کے ارد گرد وسیع روسی فیڈریشن کے علاقے ہیں۔ فوجی صنعت کے لحاظ سے بھی روس کے مقابلے میں چیچنیا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اِس کی آبادی محض بارہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ چنانچہ آزادی کی صورت میں یہ کسی بھی طور پر طاقتور روسی فیڈریشن کے لیے خطرہ نہیں بن سکتا تھا۔

چیچنیا کی اقتصادی اہمیت کو بھی بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ حالانکہ چیچنیا میں موجود تیل کے ذخائر کا سائبیریا کے تیل کے ذخائر سے کوئی موازنہ نہیں ہے۔ چیچنیا میں موجود قدرتی وسائل کے ذخائر چیچن عوام کے لیے تو اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں، کیونکہ نسبتاً کم آبادی کے تناظر میں یہ اُن کی اقتصادی خوش حالی کا سبب بن سکتے ہیں۔ لیکن روسی فیڈریشن کو دستیاب وسیع معدنی دولت اور قدرتی ذخائر کے ساتھ موازنہ کی صورت میں روسیوں کے لیے چیچن معدنی دولت اور قدرتی وسائل ہیچ ہیں۔ اور اِن کی عدم دستیابی سے روسی معیشت پر کوئی زیادہ منفی اثر نہیں پڑے گا۔

دراصل چیچنیا میں مسلّح افواج داخل کر کے اُنہیں چیچن مسلم عوام کے قتلِ عام کی کھلی اجازت دینے اور چیچن شہری آبادی پر وحشیانہ بمباری کی پشت پر روسیوں کی "ہم" اور "وہ" والی ذہنیت کار فرما ہے۔ روسیوں نے چیچن مسلم قومیّت کو نیست و نابود کرنے کی کارروائیاں اٹھارویں صدی کے اواخر سے شروع کیں جو آج تک جاری ہیں۔ اِس سلسلے میں روسیوں کو بین الاقوامی قانون کی پرواہ ہے اور نہ اپنے دستور اور آئین کا لحاظ ہے۔ روسیوں نے چیچنیا میں انسانیت کی کس حد تک تذلیل کی، اِس بارے میں مفصّل رپورٹیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ کونسل آف یورپ کے تحقیقاتی مشن کی رپورٹ میں روسیوں کے ہاتھوں چیچن مسلم عوام کے خلاف جن ہولناک جرائم کی تفصیلات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ روسیوں کی وحشت و درندگی اور غیر روسی [خصوصاً مسلم] قفقازیوں کے خلاف اُن کی لامحدود نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔[۴۲] روسیوں کے جنگی جرائم کو یہاں دہرانا غیر ضروری طوالت کا باعث ہوگا۔

چیچنیا میں روسی جارحیت اور بین الاقوامی قانون

چیچنیا میں روسی فوجی کاروائی بین الاقوامی قانون کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ اور اِس پر بین الاقوامی برادری کی خاموشی اور بے عملی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ برطانیہ کی سٹرٹیجک اسٹڈیز انسٹی ٹیوٹ میں سوویت / روسی امور کے ماہر پروفیسر سٹیفن بلینک کے بقول:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"Indeed, as noted above, by massing 40,000 troops and equipment for them without notifying the OSCE, then bombing civillians, Russia openly flouted the agreements it signed five days earlier in Budapest and in 1992 in the Vienna round of the OSCE."

"درحقیقت، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، OSCE کو پیشگی اطلاع کیے بغیر [چیچنیا میں] چالیس ہزار افواج اکٹھی کرکے اور اُن کے لیے درکار فوجی ساز و سامان مہیا کرکے، اور پھر شہری آبادی پر بمباری شروع کرکے، روس نے کھل کر ان معاہدات کی خلاف ورزی کی جن پر اس نے صرف پانچ دن قبل بڈاپسٹ میں دستخط کیے تھے، اور جن پر اِس نے ۱۹۹۲ء میں OSCE کے زیرِ اہتمام ویانا مذاکرات کے دوران دستخط کیے تھے۔"[۴۳]

سولی ناکستین برالا چیچنیا کے خلاف روسی جارحیت کو بین الاقوامی مسئلہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"The Chechen question is a matter for international law also because of the grave violations of human rights committed by Russia. In the OSCE a doctrine has been adopted according to which human rights violations can not remain an internal question of the signatory state. Earlier, grave violations such as genocide have been explained in Western internationl law as international concerns, not merely internal questions."

"چیچنیا کا مسئلہ انسانی حقوق کی اِن صریح خلاف ورزیوں کی وجہ سے بھی بین الاقوامی قانون سے متعلق معاملہ ہے جن کا ارتکاب روس [کی حملہ آور افواج] کی طرف سے ہوا ہے۔ OSCE میں ایک اصول اختیار کیا گیا ہے جس کی رو سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کسی رکن ملک کا داخلی معاملہ نہیں رہ سکتا۔ اِس سے قبل نسل کشی جیسی خطرناک خلاف ورزیوں کو مغربی بین الاقوامی قانون میں بین الاقوامی نوعیت کا حامل قرار دیا جا چکا ہے۔ اُنہیں محض [کسی ملک کے] داخلی مسئلے کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔"[۴۴]

چیچنیا: روسی دستور کی قربان گاہ

صدر یلسن نے چیچنیا میں روسی مسلح افواج بھیجنے کے احکام دیتے وقت خود روسی دستور کی کئی شقوں کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا۔ اتنے بڑے پیمانے پر فوجی کاروائی کرنے کے لیے دستور کی دفعہ ۲/۸۷ اور دفعہ ۱/۱۰۲(ب) کے تحت حالت جنگ کا اعلان ضروری ہے۔ چیچنیا پر حملہ کرتے وقت دستور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ان دفعات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ ملک کے اندر فوج کی طرف سے مسلح کاروائیوں کے آغاز سے قبل دستور کی دفعہ ۸۸ اور دفعہ ۱/۱۰۲ (C) کی رو سے متعلقہ علاقے میں ہنگامی حالت کا اعلان بھی ضروری ہے۔[۴۵] لیکن جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کریملن کے حکمران چیچن علاقے اور چیچن مسلم عوام کو عملاً "غیر" روسی سمجھتے ہیں اِس لیے اُن کے معاملے میں دستور کی ان شقوں پر عمل ضروری نہیں سمجھا گیا۔ لیکن اس کے باوجود دعویٰ یہی ہے کہ چیچنیا دستوری طور پر روسی فیڈریشن کا حصّہ ہے۔ درحقیقت کریملن کے حکام کی یہی متضاد منطق بڈانوفسک سے گروزنی منتقل ہونے والے روس - چیچن مذاکرات میں کسی قسم کی بامعنی پیش رفت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

دوداییف حکومت کے اہل کاروں کی طرف سے جنگ کے دوران بھی کنفیڈریشن ٹریٹی پر دستخط کرنے کی پیشکش کی گئی جس کے تحت چیچنیا کو مکمل طور پر داخلی خود مختاری حاصل ہوتی اور مرکز کو خارجہ امور پر کنٹرول حاصل ہوتا۔ لیکن کریملن کے حکمرانوں نے مذاکرات کے لیے چیچن منتخب حکومت کی طرف سے کی گئی اِس سے پہلی کی پیش کشوں کی طرح اِس پیش کش کو بھی مسترد کر دیا۔ روسیوں نے طاقت کے غرور میں چیچن "اغیار" کو نیست و نابود کرنے کا عمل جاری رکھا۔

بڈانوفسک میں شامل باسائیف اور اِس کے ساتھی کریملن کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دینے والی کاروائی نہ کرتے تو شاید اب تک چیچنیا کی سرزمین پر روسی درندوں کی وحشیانہ کاروائیاں جاری رہتیں۔ اور مغرب اور بین الاقوامی برادری اپنے وضع کردہ اصولوں اور قوانین کی صریح خلاف ورزیوں کا تماشہ کرتے رہتے۔ ۳۰ جولائی کو فوجی معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد چیچنیا کے سیاسی مستقبل سے متعلق مذاکرات میں روسی وفد کی ابتداء ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ مذاکرات کے عمل کو طویل تر کر دیا جائے۔

ماسکو کا تنازعہ صدر دوداییف اور اُن کی حکومت سے ہے جب کہ اِس تنازعہ کے تصفیہ کے لیے وہ مذاکرات صدر دوداییف کے مخالف، ماسکو نواز چیچن گماشتوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ ماسکو کی منطق یہ رہی ہے کہ چونکہ صدر دوداییف باغی ہے، اور بطور صدر چیچنیا اُن کا انتخاب غیر قانونی تھا، اِس لیے اِس سے مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ یہاں کریملن کے حکمرانوں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا بڈانوفسک میں ایک ہزار سے زائد روسیوں کو یرغمال بنانے والے شامل باسائیف، انہی کی منطق کے مطابق، روسی دستور کی رو سے روسی ریاست کا "باغی" نہیں تھا؟ اگر ایک ہزار "بڑے بھائیوں" کی جانیں بچانے کے لیے ایک باغی سے، کوئی اور نہیں، روسی حکومت کے سربراہ وزیر اعظم چرنومیر دین مذاکرات کر سکتے ہیں، تو کیا بارہ لاکھ کے قریب چیچن عوام کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے ایک کمتر درجے کا روسی وفد صدر جوہر دوداییف سے مذاکرات نہیں کر سکتا؟ روسیوں کا یہ متضاد اور دوغلا رویّہ بجائے خود اس بات کا واضح ثبوت پیش کرتا ہے کہ پوری چیچن "غیر روسی" قوم کو ایک ہزار روسی باشندوں کے برابر بھی تصوّر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کیا جارہا ہے۔ آخر صدر جوہر دودائیف کے بطور صدر انتخاب کو کن بنیادوں پر غیر قانونی قرار دیا جا رہا ہے اُنہیں رائے دہندگان کی اکثریت نے ووٹ دے کر صدر منتخب کیا۔ بقول تمارا ڈراگادزے:

> "Given the background of post-communism and, compared to the low turn-out also experienced in Russia proper at election time, the votes that went to him formed a majority."
>
> "کمیونزم کے زوال کے بعد کے حالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اور الیکشن کے دوران خود روس میں کم ووٹ پڑنے کے رجحان سے موازنہ کرتے ہوئے [اگر دیکھا جائے]، تو جو ووٹ صدر دودائیف کے حق میں پڑے وہ [رائے دہندگان کی] اکثریت کی تشکیل کرتے ہیں۔"[۴۶]

چیچن "باغیوں" کے ساتھ مذاکرات کے آغاز کے باوجود نہ صرف صدر دودائیف کے ساتھ مذاکرات سے انکار کر دیا گیا بلکہ اِن پر غداری اور دہشت گردی کی پش پناہی کرنے کے الزامات عائد کرتے ہوئے اُن کے خلاف ورانٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔ کریملن کے حکمرانوں نے چیچنیا کے معاملے میں کس طرح سے اپنے ہی دستور کا استعمال کیا، اِس کی ایک مثال دستور کی دفعہ ۲۹ ہے۔ دستور کی دفعہ ۲۹ کے مطابق "ایسا پروپیگنڈہ ممنوع اور خلاف قانون ہے جس کی وجہ سے معاشرتی، نسلی، قومی یا مذہبی بنیادوں پر منافرت اور انشقاق پیدا ہو۔"[۴۷] روسیوں اور یلسن کی انفارمیشن مشینری نے پوری دنیا کو یہ تاثر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کہ پوری چیچن قوم کے افراد [یعنی چیچن نسلی گروہ] ڈاکو [bandits] اور مجرم [criminals] ہیں۔ روسی فیڈریشن کے اندر جرائم کے لیے چیچن قیادت کو ذمّہ دار قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ اِن جرائم پر قابو پانے کی ایک ہی شکل ہے کہ "چیچنیا کے مجرم لیڈر ["criminal leader"] کا تختہ الٹ دیا جائے۔ کیا بغیر ثبوت کے اِس طرح کا پروپیگنڈہ اور ایک پورے نسلی گروہ کو مجرم اور ڈاکو قرار دینے کا عمل یلسن انتظامیہ کی طرف سے دستور کی دفعہ ۲۹ کی صریح خلاف ورزی نہیں تھی؟ کیا اِس پروپیگنڈے سے پوری عالمی برداری میں چیچن قوم کے خلاف شدید نفرت کے جذبات ابھارنے کی کوشش نہیں کی گئی؟

طرفہ تماشا یہ ہے کہ صدر جوہر دودائیف کے خلاف جو وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے ہیں اس میں دستور کی دفعہ ۲۹ کی خلاف ورزی کا الزام بھی شامل ہے[۴۸]۔ دستور کی جس دفعہ کے تحت اقلیّتوں اور اُن کے زعماء کو تحفّظ دینا مطلوب تھا، اِس دفعہ کو اُن کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ صدر جوہر دودائیف اور اُن کی حکومت نے اِس دفعہ کی خلاف ورزی کیوں کر کی؟ روسیوں کی منطق یہ ہے کہ دودائیف حکومت نے آزادی کا اعلان کر کے "روسیوں کے خلاف نسلی اور مذہبی بنیادوں پر نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماسکو - گروزنی مذاکرات: ماسکو کی بد نیّتی کا ایک مظہر

صدر دودائیف کو مختلف حیلوں بہانوں سے مذاکرات سے دور رکھنا روسیوں کی بد نیّتی کی پہلی دلیل ہے۔ اگر تاتارستان کی طرف سے اعلانِ آزادی کے باوجود اُس کی قیادت کے ساتھ اختیارات کی تقسیم کے مسئلہ پر مذاکرات ہوسکتے ہیں، تو صدر جوہر دودائیف کے ساتھ کیوں نہیں ہوسکتے؟ فوجی معاہدہ کے بعد اب تک تین ماہ کے طویل عرصہ کے دوران چیچنیا کے مستقبل سے متعلق مذاکرات میں کسی قسم کی پیش رفت کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے، کہ روسی جان بوجھ کر چیچنیا کا مسئلہ حل کرنے میں تاخیری حربوں سے کام لے رہے ہیں۔ چیچنیا میں فوجی مداخلت کے نتیجے میں ماسکو کی سیاست میں رونما ہونے والے بحران کے پس منظر میں (کم از کم دسمبر میں منعقد ہونے والے روسی پارلیمانی انتخابات تک) صدر یلسن اور ان کی حکومت چیچنیا میں status quo برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ صدر دودائیف کو مذاکرات سے دور رکھنا دراصل خود مذاکرات کے عمل سے انکار کے مترادف ہے۔ چیچن عوام کسی بھی ایسے سمجھوتے کو قبول نہیں کریں گے جو اُن کے لیڈر کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔ چونکہ روسی حکومت اِس مرحلے پر مذاکرات سے صاف انکار کے نتائج کی متحمل نہیں ہے، اِس لیے اس نے ایسا طریقہ کار دریافت کرلیا ہے کہ مذاکرات ہوتے ہوئے بھی مذاکرات نہیں ہیں۔ اور نتیجتاً چیچنیا میں status quo برقرار ہے۔

نام نہاد مذاکرات کے دوران روسیوں نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ چیچنیا کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ اس وقت تک مؤخر کردیا جائے۔ جب تک نئے انتخابات کے نتیجے میں چیچنیا کی "جائز اور قانونی قیادت" سامنے نہیں آتی۔ جو روسیوں کے ساتھ چیچنیا کے مستقبل کے سلسلے میں بات چیت کرنے کی مجاز ہو۔ اِس حد تک تو ٹھیک ہے کیونکہ امید یہی ہے کہ اگر انتخابات آزادانہ ہوئے تو صدر دودائیف ہی دوبارہ صدر منتخب ہوں گے۔ لیکن کیا قابض فوج کی موجودگی اور کٹھ پتلی حکومت کے برسرِ اقتدار رہتے ہوئے آزادانہ انتخابات کا انعقاد ممکن ہوگا؟ اور کیا "مجرم" اور "ملزم" دودائیف کو اِن انتخابات میں شرکت کی اجازت ہوگی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات تاحال واضح نہیں ہیں۔

چیچن تنازعہ کا قابلِ قبول حل ایک ہی ہے کہ جمہوریہ چیچن اچکیریا کی آزادی کو تسلیم کرلیا جائے۔ جب تک روسی قیادت حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے تنازعہ کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔ اور نتیجتاً [decolonialization] کا عمل شروع نہیں کرتی۔ اِس وقت تک نہ صرف چیچن تنازعہ برقرار رہے گا، بلکہ روسی فیڈریشن کے اندر چیچن تنازعہ کی طرز پر کئی اور تنازعات بھی اٹھ کھڑے ہوسکتے ہیں۔ نہ تو روسی دستور اِس قسم کے تنازعات کا حل پیش کرسکتا ہے اور نہ ہی OSCE کی طرف سے تجویز کیے گئے نئے انتخابات اِن کا حل ثابت ہوسکتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طرف روس کے "اتحاد" [unity] کے تقدس کو بہت زیادہ اہمیت دے کر اور دوسری طرف چیچن عوام کے حقِ خود اختیاری [right to self-determination] کو یکسر نظر انداز کر کے OSCE اپنے ہی اصولوں کو پسِ پشت ڈال رہی ہے۔

حواشی

1. *The Nation*, June 19, 1995.
2. *Dawn*, June 16, 1995.
3. *The Nation*, June 17, 1995.
4. *The News*, June 17, 1995.
5. Ibid, June 16, 1995.
6. *The Nation*, June 18, 1995.
7. *The News*, June 18, 1995.
8. *Dawn*, June 20, 1995.
9. Ibid.
10. Ibid.
11. Ibid.
12. Ibid.
13. *The Nation*, June 16, 1995.
14. Ibid, June 17, 1995.
15. *Dawn*, June 20, 1995.
16. Richard Boudreaux, "Chechens Welcome End to Fighting," *Dawn*, June 25, 1995.
17. Soili Nysten-Haarala, "Does the Russian Constitution Justify an Offensive Against Chechnia?" *Central Asian Survey*, Vol. 14, No. 2, 1995.
18. John F.Baddely, *The Russian Conquest of the Caucasus* (London, 1908), p.97 as quoted by Moshe Gammer, *Muslim Resistance To the Tsar* (Farnk Cass and Company, London, 1994) p.34.
19. Moshe Gammer, op cit, p.34.
20. Ibid, p.20.
21. Ibid, p. 44.
22. Tamara Dragadze, "Report on Chechnya" prepared for the [British] parliamentary Human Rights Group and published in *Central Asian Survey*, Vol. 14, No. 3, 1995.
23. Zbigniew Brzeniski, "Us—Russia's Accomplice in Chechnya," *Dawn*, January 11, 1995.
24. Tamara Dragadze, op cit.
25. Soili Nysten-Haarala, op cit.
26. "Russia's Blind Alley," *The Financial Times* (editorial), January 6, 1995.
27. Dorinda Elliott and Melinda Liu, "Hostile Takeover," *Newsweek*, October 2, 1995, p. 16.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

28. Tamara Dragadze, op cit.
29. Soili Nysten-Haarala, op cit.
30. Tamara Dragadze, op cit.
31. Alexei Izyumov, "Let Chechnya Go," *Newsweek*, January 9, 1995.
32. Zbigniew brzeniski, op cit.
33. "America and Chechnya," *The International Herald Tribune* (editorial), January 11, 1995.
34. Soili Nysten-Haarala, op cit.
35. M. Appelgate, *Siberia and the Russian Far East*, (Camberley, UK: Conflict Studies Reseach Center, 1994), p. 5.
36. Susan H. Clark and David R. Graham, "The Russian Federation's Fight for Survival," *Orbis*, summer 1995.
37. Ibid.
38. "Russia—A Troubled Future," *RFE/RL Research Report*, June 17, 1994, p. 8.
39. Ibid.
40. Clark and Graham, op cit.

۴۱۔ روسی وفاق اور تاتارستان کے درمیان علاقائی خود مختاری کے مسئلہ پر تین سال تک مذاکرات جاری رہے۔ بالآخر فروری ۱۹۹۴ء میں وفاقی حکومت اور تاتارستان کے مابین تقسیم اختیارت کے ایک سمجھوتہ پر دستخط ہوئے۔ اِس سمجھوتے کی رو سے تاتارستان ایک ایسی جمہوریہ ہے جو رشین فیڈریشن کے ساتھ تقسیم اختیارت کے باہمی سمجھوتے اور وفاق و تاتارستان کے دساتیر کی شقوں کے مطابق مرتبط ہوگی۔ فروری ۱۹۹۴ء میں اس سمجھوتہ پر دستخط ہونے کے بعد سے وفاق اور تاتارستان کے درمیان پانچ مزید سمجھوتوں پر بھی دستخط ہو چکے ہیں۔ یہ سمجھوتے بالترتیب ٹیکسوں کے نفاذ، بجٹ سے متعلقہ امور، بیرونی تجارتی سرگرمیوں، دفاع اور داخلی امن وامان کے قیام سے متعلق وفاق اور تاتارستان کے اختیارات کے تعیّن سے متعلق ہیں۔

اگست ۱۹۹۴ء میں صدر بورس یلسن اور بشکور توستان کے صدر مرتضیٰ رحیموف کے درمیان اختیارات کی تقسیم سے متعلق سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدے کی رو سے بشکور توستان کو وفاق کی حصّہ دار اور اقتدار اعلیٰ کی حامل ریاست تسلیم کیا گیا ہے۔ بشکور توستان کو اِس معاہدے کے ذریعے وسیع اختیارات دیے گئے ہیں، جن میں ٹیکسوں کا نفاذ، آزادانہ بجٹ سازی، مقامی قانون سازی، وسائل کی ملکیت، بیرونی تجارتی تعلقات کا قیام، بین الاقوامی معاہدات میں شامل ہونے کی آزادی اور مقامی قانونی سازی کے نظام کے قیام کی اجازت شامل ہیں۔ (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے کلارک اور گراہم بحوالہ بالا)

42. For details see Shamim Akhtar, "Chechnya: Autonomy or Sovereignty?" *Dawn*, September 4, 1995.
43. Stephen Blank, "Russia's Real Drive to the South," *Orbis*, summer 1995.
44. Soili Nysten-Haarala, op cit.
45. Ibid. Also see Stephen Blank, op cit.
46. Tamara Dragadze, op cit.
47. Soili Nysten-Haarrala op cit.
48. Ibid.

© rasailojaraid.com